

ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی خیر نہیں،^(۱) ہاں! بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے^(۲) اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے ارادہ سے یہ کام کرے^(۳) اسے ہم یقیناً بہت بڑا ثواب دیں گے^(۴) (۱۱۳)

جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر

لَاخِيَرِي فِي كَيْفِيَّةِ مَنْ تَجَوَّبَهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

وَمَنْ يُثَاقِبِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ لُوَلِّهِ

دیا گیا جن سے آپ ﷺ بے خبر تھے۔ یہ بھی گویا آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی ہے کیونکہ جو خود عالم الغیب ہو، اسے تو کسی اور سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور جسے دوسرے سے معلومات حاصل ہوں، وحی کے ذریعے سے یا کسی اور طریقے سے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔

(۱) تَجَوَّبَ (سرگوشی) سے مراد وہ باتیں ہیں جو منافقین آپس میں مسلمانوں کے خلاف یا ایک دوسرے کے خلاف کرتے تھے۔
(۲) یعنی صدقہ خیرات، معروف (جو ہر قسم کی نیکی کو شامل ہے) اور اصلاح بین الناس کے بارے میں مشورے، خیر برمی ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں بھی ان امور کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے۔

(۳) کیونکہ اگر اخلاص (یعنی رضائے الہی کا مقصد) نہیں ہو گا تو بڑے سے بڑا عمل بھی نہ صرف ضائع جائے گا بلکہ وبال جان بن جائے گا۔ نعوذ باللہ من الرياء و النفاق۔

(۴) احادیث میں اعمال مذکورہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اللہ کی راہ میں حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ بھی احد پیاڑ جتنا ہو جائے گا (صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، نیک بات کی اشاعت بھی بڑی فضیلت ہے۔ اسی طرح رشتے داروں، دوستوں اور باہم ناراض دیگر لوگوں کے درمیان صلح کر دینا، بہت بڑا عمل ہے۔ ایک حدیث میں اسے نفلی روزوں، نفلی نمازوں اور نفلی صدقات و خیرات سے بھی افضل بتلایا گیا ہے۔ فرمایا «أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟» قَالُوا بَلَىٰ: قَالَ: «إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ»، - قَالَ: - وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ» (ابوداؤد کتاب الأدب - ترمذی، کتاب البر و مسند احمد ۶/۴۴۴، ۴۴۵) حتیٰ کہ صلح کرانے والے کو جو سوٹ تک بولنے کی اجازت دے دی گئی تاکہ اسے ایک دوسرے کو قریب لانے کے لئے دروغ مصلحت آمیز کی ضرورت پڑے تو وہ اس میں بھی تامل نہ کرے۔ «لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُضْلِعُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْبِي خَيْرًا أَوْ يَقُولُ خَيْرًا» (بخاری، کتاب الصلح مسلم و الترمذی، کتاب البر - ابوداؤد، کتاب الأدب) ”وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے اچھی بات پھیلاتا یا اچھی بات کرتا ہے۔“

مَا تَوَلَّى وَوَضِعِهِ جَهَنَّمَ مَوَسَّاتٌ مِّصْرًا ﴿۱۱﴾

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿۱۲﴾

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنشَاءً وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ﴿۱۳﴾

دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے،^(۱) وہ بچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔ (۱۱۵)

اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے؛ ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (۱۱۶)

یہ تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف عورتوں کو پکارتے ہیں^(۲) اور دراصل یہ صرف سرکش شیطان کو پوجتے ہیں۔^(۳) (۱۱۷)

(۱) ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور مومنین کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے کی پیروی، دین اسلام سے خروج ہے جس پر یہاں جہنم کی وعید بیان فرمائی گئی ہے۔ مومنین سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو دین اسلام کے اولین پیرو اور اس کی تعلیمات کا کامل نمونہ تھے۔ اور ان آیات کے نزول کے وقت جن کے سوا کوئی گروہ مومنین موجود نہ تھا کہ وہ مراد ہو۔ اس لئے رسول ﷺ کی مخالفت اور غیر سبیل المومنین کا اتباع دونوں حقیقت میں ایک ہی چیز کا نام ہے۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے اور منہاج سے انحراف بھی کفر و ضلال ہی ہے۔ بعض علما نے سبیل المومنین سے مراد اجماع امت لیا یعنی اجماع امت سے انحراف بھی کفر ہے۔ اجماع امت کا مطلب ہے کسی مسئلے میں امت کے تمام علما و فقہاء کا اتفاق۔ یا کسی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی ہیں اور دونوں کا انکار یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ تاہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق تو بہت سے مسائل میں ملتا ہے یعنی اجماع کی یہ صورت تو ملتی ہے۔ لیکن اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد کسی مسئلے میں پوری امت کے اجماع و اتفاق کے دعوے تو بہت سے مسائل میں کئے گئے ہیں لیکن فی الحقیقت ایسے اجماعی مسائل بہت ہی کم ہیں۔ جن میں فی الواقع امت کے تمام علما و فقہاء کا اتفاق ہو۔ تاہم ایسے جو مسائل بھی ہیں، ان کا انکار بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کے انکار کی طرح، کفر ہے۔ اس لئے کہ صحیح حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے“ (صحیح ترمذی للآلبانی جلد نمبر ۱۷۵۹)

(۲) إِنشَاءً (عورتیں) سے مراد یا تو وہ بت ہیں جن کے نام مونث تھے جیسے لات، عزیٰ، مناتہ، نائلہ وغیرہا۔ یا مراد فرشتے ہیں۔ کیونکہ مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔

(۳) بتوں، فرشتوں اور دیگر ہستیوں کی عبادت دراصل شیطان کی عبادت ہے۔ کیونکہ شیطان ہی انسان کو اللہ کے در سے چھڑا کر دوسروں کے آستانوں اور چوکھٹوں پر جھکا تا ہے، جیسا کہ اگلی آیت میں ہے۔

جسے اللہ نے لعنت کی ہے اور اس نے بیڑا اٹھایا ہے کہ تیرے بندوں میں سے میں مقرر شدہ حصہ لے کر رہوں گا۔^(۱۱۸)

اور انہیں راہ سے بہکاتا رہوں گا اور باطل امیدیں دلاتا رہوں گا^(۱۱۹) اور انہیں سکھاؤں گا کہ جانوروں کے کان چیر دیں،^(۱۲۰) اور ان سے کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں،^(۱۲۱) سنو! جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا وہ صریح نقصان میں ڈوبے گا۔^(۱۱۹)

وہ ان سے زبانی وعدے کرتا رہے گا، اور سبزباغ دکھاتا رہے گا، (مگر یاد رکھو!) شیطان کے جو وعدے ان سے ہیں وہ سراسر فریب کاریاں ہیں۔^(۱۲۰)

یہ وہ لوگ ہیں جن کی جگہ جہنم ہے، جہاں سے انہیں چھٹکارا نہ ملے گا۔^(۱۲۱)

تَعَنَّهُ اللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ﴿۱۱۸﴾

وَأَلْهَمْنَاهُمْ وَلَا مَيِّدْنَاهُمْ وَلَا مَرْهَمُهُمْ فَلْيَنْبَكِنِ أَذَانَ الْأَعْمَالِ وَلَا مَرْهَمُهُمْ فَلْيَعْبُدُنَّ خَلْقَ اللَّهِ وَمَنْ يَتَّبِعِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا مُبِينًا ﴿۱۱۹﴾

يَعِدُهُمْ وَيُمَيِّدُهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿۱۲۰﴾

أُولَئِكَ مَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيضًا ﴿۱۲۱﴾

- (۱) مقرر شدہ حصہ سے، مراد وہ نذر و نیاز بھی ہو سکتی ہے جو مشرکین اپنے بتوں اور قبروں میں مدفون اشخاص کے نام نکالتے ہیں اور جہنمیوں کا وہ کونہ بھی ہو سکتا ہے جنہیں شیطان گمراہ کر کے اپنے ساتھ جہنم میں لے جائے گا۔
- (۲) یہ وہ باطل امیدیں ہیں جو شیطان کے وسوسوں اور دغل اندازی سے پیدا ہوتی ہیں اور انسانوں کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔
- (۳) یہ بھیرہ اور سائبہ جانوروں کی علامتیں اور صورتیں ہیں۔ مشرکین ان کو بتوں کے نام وقف کرتے تو شناخت کے لئے ان کا کان وغیرہ چیر دیا کرتے تھے۔

(۴) نَعْيِيذُ خَلْقِ اللَّهِ اللّٰهُ کی تخلیق کو بدلنا کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو یہی جس کا ابھی یہاں ذکر ہوا یعنی کان وغیرہ کاٹنا، چیرنا، سوراخ کرنا، ان کے علاوہ اور کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج، پتھر اور آگ وغیرہ اشیا مختلف مقاصد کے لئے بنائی ہیں، لیکن مشرکین نے ان کے مقصد تخلیق کو بدل کر ان کو معبود بنا لیا۔ یا تغیر کا مطلب تغیر فطرت ہے، یا حلت و حرمت میں تبدیلی ہے۔ وغیرہ۔ اسی تغیر میں مردوں کی نس بندی کر کے اور اسی طرح عورتوں کے آپریشن کر کے انہیں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم کر دینا۔ میک اپ کے نام پر ابروؤں کے بال وغیرہ اکھاڑ کر اپنی صورتوں کو صمغ کرنا اور وشم (یعنی گودنے گدوانا) وغیرہ بھی شامل ہے۔ یہ سب شیطانی کام ہیں جن سے بچنا ضروری ہے۔ البتہ جانوروں کو اس لئے خسی کرنا کہ ان سے زیادہ انتفاع ہو سکے یا ان کا گوشت زیادہ بہتر ہو سکے یا اسی قسم کا کوئی اور صحیح مقصد ہو، تو جائز ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خسی جانور قربانی میں ذبح فرمائے ہیں۔ اگر جانور کو خسی کرنے کا جواز نہ ہوتا تو آپ ﷺ ان کی قربانی نہ کرتے۔

اور جو ایمان لائیں اور بھلے کام کریں ہم انہیں ان جنتوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے چشمے جاری ہیں، جہاں یہ ابدالاباد رہیں گے، یہ ہے اللہ کا وعدہ جو سراسر سچا ہے اور کون ہے جو اپنی بات میں اللہ سے زیادہ سچا ہو؟^(۱) (۱۲۲)

حقیقت حال نہ تو تمہاری آرزو کے مطابق ہے اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر موقوف ہے، جو برا کرے گا اسکی سزا پائے گا اور کسی کو نہ پائے گا جو اس کی حمایت و مدد اللہ کے پاس کر سکے۔ (۱۲۳)

جو ایمان والا ہو مرد ہو یا عورت اور وہ نیک اعمال کرے، یقیناً ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا۔^(۲) (۱۲۴)

باعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے؟ جو اپنے کو اللہ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعَدَّ اللَّهُ حَقًّا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝

لَيْسَ بِأَمَانَةٍ كُمْ وَلَا آمَانَةٍ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزِيهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَبِيًّا ۝

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ

(۱) شیطانی وعدے تو سراسر دھوکہ اور فریب ہیں لیکن اس کے مقابلہ میں اللہ کے وعدے جو اس نے اہل ایمان سے کئے ہیں سچے اور برحق ہیں، اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہو سکتا ہے؟ لیکن انسان کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ یہ بچوں کی بات کو کم مانتا ہے اور جھوٹوں کے پیچھے زیادہ چلتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ شیطانی چیزوں کا چلن عام ہے اور ربانی کاموں کو اختیار کرنے والے ہر دور میں اور ہر جگہ کم ہی رہے ہیں اور کم ہی ہیں ﴿وَقِيلَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِمْ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا لَهُمْ مِنْ عِلْمٍ شَيْءٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ حِزْبٍ أَلَمْ يَأْتُوا بِنبيٍّ عَلَيْهِمْ آيَاتٌ وَهُمْ يَكْفُرُونَ﴾ (سبا-۱۳) ”میرے شکر گزار بندے کم ہی ہیں“

(۲) جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اہل کتاب اپنے متعلق بڑی خوش فہمیوں میں مبتلا تھے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے پھر ان کی خوش فہمیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا کہ آخرت کی کامیابی محض امیدوں اور آرزوؤں سے نہیں ملے گی۔ اس کے لئے تو ایمان اور عمل صالح کی پونجی ضروری ہے۔ اگر اس کے برعکس نامہ اعمال میں برائیاں ہوں گی تو اسے ہر صورت میں اس کی سزا بھگتنی ہوگی، وہاں کوئی ایسا دوست یا مددگار نہیں ہو گا جو برائی کی سزا سے بچا سکے۔ آیت میں اہل کتاب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی خطاب فرمایا ہے تاکہ وہ بھی یہود و نصاریٰ کی سی غلط فہمیوں، خوش فہمیوں اور عمل سے خالی آرزوؤں اور تمناؤں سے اپنا دامن بچا کر رکھیں۔ لیکن افسوس مسلمان اس تنبیہ کے باوجود انہیں خام خیالیوں میں مبتلا ہو گئے جن میں سابقہ امتیں گرفتار ہوئیں۔ اور آج بے عملی اور بد عملی مسلمان کا بھی شعار بنی ہوئی ہے اور اس کے باوجود وہ امت مرحومہ کملانے پر مصر ہے۔ هَدَانَا اللَّهُ تَعَالَى .

کے تابع کر دے اور ہو بھی نیکیو کار، ساتھ ہی یکسوئی والے ابراہیم کے دین کی پیروی کر رہا ہو اور ابراہیم (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنا لیا ہے (۱۳۵)

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔ (۱۳۶)

آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں، (۳) آپ کہہ دیجئے کہ خود اللہ ان کے بارے میں حکم دے رہا ہے اور قرآن کی وہ آیتیں جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں پڑھی جاتی ہیں جنہیں ان کا مقرر حق تم نہیں دیتے (۳) اور انہیں اپنے نکاح میں لانے کی

وَأَتَّبَعَهُ مَلَائِكَةُ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَأَتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴿۱۳۵﴾

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ﴿۱۳۶﴾

وَيَسْأَلُكَ فِي النِّسَاءِ قُلُّ اللّٰهُ يُفِيئِكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُنٰلِيْ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمِي النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُوْتُوْنَ لَهُنَّ مَكٰتِبٌ لَهُنَّ وَتَرَعَبُوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوُلْدٰنِ اَوْ اَنْ تَقُوْمُوْا بِالْبَيْتِي

(۱) یہاں کامیابی کا ایک معیار اور اس کا ایک نمونہ بیان کیا جا رہا ہے۔ معیار یہ ہے کہ اپنے کو اللہ کے سپرد کر دے، محسن بن جائے اور ملت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرے اور نمونہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا۔ خلیل کے معنی ہیں کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس طرح راسخ ہو جائے کہ کسی اور کے لئے اس میں جگہ نہ رہے۔ خلیل (بروزن فعل) بمعنی فاعل ہے جیسے علیم بمعنی عالم اور بعض کہتے ہیں کہ بمعنی مفعول ہے۔ جیسے حبیب بمعنی محبوب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام یقیناً اللہ کے محب بھی تھے اور محبوب بھی علیہ الصلوٰۃ والسلام (فتح القدیر)۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے ”اللہ نے مجھے بھی خلیل بنایا ہے جس طرح اس نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا“ (صحیح مسلم، کتاب المساجد)

(۲) عورتوں کے بارے میں جو سوالات ہوتے رہتے تھے، یہاں سے ان کے جوابات دیئے جا رہے ہیں۔

(۳) وَمَا يُنٰلِيْ عَلَيْكُمْ — اس کا عطف اللہ يُفِيئِكُمْ — پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کی بابت وضاحت فرماتا ہے اور کتاب اللہ کی وہ آیات وضاحت کرتی ہیں جو اس سے قبل یتیم لڑکیوں کے بارے میں نازل ہو چکی ہیں۔ مراد ہے سورہ نساء کی آیت ۳ جس میں ان لوگوں کو اس بے انصافی سے روکا گیا ہے کہ وہ یتیم لڑکی سے ان کے حسن و جمال کی وجہ سے شادی تو کر لیتے تھے لیکن مرثیٰ دینے سے گریز کرتے تھے۔

رغبت رکھتے ہو^(۱) اور کمزور بچوں کے بارے میں^(۲) اور اس بارے میں کہ یتیموں کی کارگزاری انصاف کے ساتھ کرو۔^(۳) تم جو نیک کام کرو، بے شبہ اللہ اسے پوری طرح جانے والا ہے۔ (۱۲۷)

اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بددماغی اور بے پرواہی کا خوف ہو تو دونوں آپس میں جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں۔^(۴) صلح بہتر چیز ہے، طع ہر ہر نفس

بِالْقِسْطِ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿۱۲۷﴾

وَإِن مَّرَأَةً تَخَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ وَإِنْ عُثِرُوا بِتَعَوُّفٍ فَإِنَّ اللَّهَ

(۱) اس کے دو ترجمے کئے گئے ہیں، ایک تو یہی جو مرحوم مترجم نے کیا ہے، اس میں فی کالفظ مخدوف ہے۔ اس کا دوسرا ترجمہ عن کالفظ مخدوف مان کر کیا گیا ہے یعنی نَزَعُونَ عَنْ أَنْ تَنكِحُوهُنَّ، ”تمہیں ان سے نکاح کرنے کی رغبت نہ ہو“ رغب کا صلہ عن آئے تو معنی اعراض اور بے رغبتی کے ہوتے ہیں۔ جیسے ﴿وَمَنْ يُزَيِّجْ بَيْنَهُمَا فَإِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ مِنْكُمْ﴾ میں ہے یہ گویا دوسری صورت بیان کی گئی ہے کہ یتیم لڑکی بعض دفعہ بد صورت ہوتی تو اس کے ولی یا اس کے ساتھ وراثت میں شریک دوسرے وراثا خود بھی اس کے ساتھ نکاح کرنا پسند نہ کرتے اور کسی دوسری جگہ بھی اس کا نکاح نہ کرتے، تاکہ کوئی اور شخص اس کے حصہ جائیداد میں شریک نہ بنے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی صورت کی طرح ظلم کی اس دوسری صورت سے بھی منع فرمایا۔

(۲) اس کا عطف بِنَامَى النِّسَاءِ پر ہے۔ یعنی (وَمَا يُنلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي نَامَى النِّسَاءِ وَفِي الْمُنْتَضَعِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ) ”یتیم لڑکیوں کے بارے میں تم پر جو پڑھا جاتا ہے (سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳) اور کمزور بچوں کی بابت جو پڑھا جاتا ہے“ اس سے مراد قرآن کا حکم ﴿يُؤْتِيكَ اللَّهُ فِي الْأَوْلَادِ﴾ ہے جس میں بیٹوں کے ساتھ بیٹیوں کو بھی وراثت میں حصہ دار بنایا گیا۔ جب کہ زمانہ جاہلیت میں صرف بڑے لڑکوں کو ہی وارث سمجھا جاتا تھا، چھوٹے کمزور بچے اور عورتیں وراثت سے محروم ہوتی تھیں۔ شریعت نے سب کو وارث قرار دیا۔

(۳) اس کا عطف بھی بِنَامَى النِّسَاءِ پر ہے۔ یعنی کتاب اللہ کا یہ حکم بھی تم پر پڑھا جاتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرو۔ یتیم بچی صاحب جمال ہو تب بھی اور بد صورت ہو تب بھی۔ دونوں صورتوں میں انصاف کرو (جیسا کہ تفصیل گزری)

(۴) خاوند اگر کسی وجہ سے اپنی بیوی کو ناپسند کرے اور اس سے دور رہنا (نشوز) اور اعراض کرنا معمول بنا لے یا ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں کسی کم تر خوب صورت بیوی سے اعراض کرے تو عورت اپنا کچھ حق چھوڑ کر (مہر سے یا نان و نفقہ سے یا باری سے) خاوند سے مصالحت کر لے تو اس مصالحت میں خاوند یا بیوی پر کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ صلح بہر حال بہتر ہے۔ حضرت ام المومنین سودة بنت العاصم نے بھی بڑھاپے میں اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے ہبہ کر دی تھی جسے نبی ﷺ نے قبول فرمایا تھا۔ (صحیح بخاری و مسلم۔ کتاب النکاح)

كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ جَبِيراً ۝۱۸

میں شامل کر دی گئی ہے۔^(۱) اگر تم اچھا سلوک کرو اور پرہیز گاری کرو تو تم جو کر رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ پوری طرح خبردار ہے۔ (۱۲۸)

تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ اپنی تمام بیویوں میں ہر طرح عدل کرو، گو تم اس کی کتنی ہی خواہش و کوشش کر لو، اس لئے بالکل ہی ایک کی طرف مائل ہو کر دوسری کو ادھر لٹکتی ہوئی نہ چھوڑو^(۲) اور اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت والا ہے۔ (۱۲۹)

اور اگر میاں بیوی جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے نیاز کر دے گا،^(۳) اللہ تعالیٰ وسعت والا حکمت والا ہے۔ (۱۳۰)

وَلَنْ نَسْطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ الْبَيْتَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ
فَلَا تَبْيُحُوا أَكْثَلَ الْبَيْتِ قَدْ رُوِيَ كَالْمَعْلَقَةِ وَإِنْ تُضِلُّوا
وَتَسْتَعْفُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝۱۹

وَلَنْ يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ شَيْءٌ سَعْتِهِ ۝۲۰
اللَّهُ وَاسِعٌ حَكِيمٌ ۝۲۱

(۱) شیخ بخل اور طمع کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد اپنا اپنا مفاد ہے جو ہر نفس کو عزیز ہوتا ہے یعنی ہر نفس اپنے مفاد میں بخل اور طمع سے کام لیتا ہے۔

(۲) یہ ایک دوسری صورت ہے کہ ایک شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو دلی تعلق اور محبت میں وہ سب کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کر سکتا۔ کیونکہ محبت، فعل قلب ہے جس پر کسی کو اختیار نہیں ہے۔ خود نبی ﷺ کو بھی اپنی بیویوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ خواہش کے باوجود انصاف نہ کرنے سے مطلب یہی قلبی میلان اور محبت میں عدم مساوات ہے۔ اگر یہ قلبی محبت ظاہری حقوق کی مساوات میں مانع نہ بنے تو عند اللہ قابل مؤاخذہ نہیں۔ جس طرح کہ نبی ﷺ نے اس کا نہایت عمدہ نمونہ پیش فرمایا۔ لیکن اکثر لوگ اس قلبی محبت کی وجہ سے دوسری بیویوں کے حقوق کی ادائیگی میں بہت کوتاہی کرتے ہیں اور ظاہری طور پر بھی ”محبوب بیوی“ کی طرح دوسری بیویوں کے حقوق ادا نہیں کرتے اور انہیں معاف (درمیان میں لٹکی ہوئی) بنا کر رکھ چھوڑتے ہیں، نہ انہیں طلاق دیتے ہیں نہ حقوق زوجیت ادا کرتے ہیں۔ یہ انتہائی ظلم ہے جس سے یہاں روکا گیا ہے اور نبی ﷺ نے بھی فرمایا ہے ”جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف ہی مائل ہو (یعنی دوسری کو نظر انداز کر کے رکھے) تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ (یعنی نصف) ساقط ہو گا۔ (ترمذی، کتاب النکاح)

(۳) یہ تیسری صورت ہے کہ کوشش کے باوجود اگر نباہ کی صورت نہ بنے تو پھر طلاق کے ذریعے سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ ممکن ہے علیحدگی کے بعد مرد کو مطلوبہ صفات والی بیوی اور عورت کو مطلوبہ صفات والا مرد مل جائے۔ اسلام میں طلاق

زمین اور آسمانوں کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہے اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر تم کفر کرو تو یاد رکھو کہ اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بہت بے نیاز اور تعریف کیا گیا ہے۔ (۱۳۱)

اللہ کے اختیار میں ہیں آسمانوں کی سب چیزیں اور زمین کی بھی اور اللہ کا ساز کافی ہے۔ (۱۳۲)

اگر اسے منظور ہو تو اسے لوگو! وہ تم سب کو لے جائے اور دوسروں کو لے آئے، اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ (۱۳۳)

جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہو تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت (دونوں) کا ثواب موجود ہے (۲) اور اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔ (۱۳۴)

وَاللَّهُ مَالِي السَّمَوَاتِ وَمَالِي الْأَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ اتَّقُوا اللَّهَ وَإِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ غَدِيًّا حَمِيدًا ①

وَاللَّهُ مَالِي السَّمَوَاتِ وَمَالِي الْأَرْضِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكَيْلًا ②

إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِالْآخَرِينَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ قَدِيرًا ③

مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ④

کو اگرچہ سخت ناپسند کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے اُبْغَضُ الْحَلَائِلِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقُ (رواہ أبو داؤد مشکوٰۃ) ”طلاق حلال تو ہے لیکن یہ ایسا حلال ہے جو اللہ کو سخت ناپسند ہے“ اس کے باوجود اللہ نے اس کی اجازت دی ہے۔ اس لئے کہ بعض دفعہ حالات ایسے موڑ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہوتا اور فریقین کی بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ مذکورہ حدیث میں صحت اسناد کے اعتبار سے اگرچہ ضعف ہے تاہم قرآن و سنت کی نصوص سے یہ واضح ہے کہ یہ حق اسی وقت استعمال کرنا چاہئے جب نباہ کی کوئی صورت کسی طرح بھی نہ بن سکے۔

ملحوظہ: حدیث مذکور (اُبْغَضُ الْحَلَائِلِ...) کو شیخ الہبانی نے ضعیف قرار دیا ہے (ارواء الغلیل، نمبر ۲۰۴۰) تاہم عذر شرعی کے بغیر طلاق کے ناپسندیدہ ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

(۱) یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ و کاملہ کا اظہار ہے جب کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَتَّبِعَنَّ قَوْمًا شِرْكُكُمْ لَا يَكُونُوا آيَةً لَّكُمْ ﴾ (محمد-۳۸) ”اگر تم پھرو گے تو وہ تمہاری جگہ اوروں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے“

(۲) جیسے کوئی شخص جہاد صرف مال غنیمت کے حصول کے لئے کرے تو کتنی نادانی کی بات ہے۔ جب اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں کا ثواب عطا فرمانے پر قادر ہے تو پھر اس سے ایک ہی چیز کیوں طلب کی جائے؟ انسان دونوں ہی کا طالب کیوں نہ بنے؟

اے ایمان والو! عدل و انصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور خوشنودی مولا کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گو وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ کے یا رشتہ دار عزیزوں کے،^(۱) وہ شخص اگر امیر ہو تو اور فقیر ہو تو دونوں کے ساتھ اللہ کو زیادہ تعلق ہے،^(۲) اس لئے تم خواہش نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا^(۳) اور اگر تم نے کج بیانی یا پہلو تہی کی^(۴) تو جان لو کہ جو کچھ تم کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۱۳۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَوْ لَوْنَا قَوْمَيْنِ يَالْقَسِيطِ شَهَدَاءَ بَلَدِهِ
وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أُولُو الْأَرْحَامِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا
أَوْ فَقِيرًا فَإِنَّهُ أُولَىٰ بِهِمَا سَأَلَتْكُمْ أَلُوهَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا
وَإِنْ تَلَوْنَا أَوْ نَعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۳۵﴾

(۱) اس میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو عدل و انصاف قائم کرنے اور حق کے مطابق گواہی دینے کی تاکید فرما رہا ہے چاہے اس کی وجہ سے انہیں یا ان کے والدین اور رشتہ داروں کو نقصان ہی اٹھانا پڑے۔ اس لئے کہ حق سب پر حاکم ہے اور سب پر مقدم ہے۔

(۲) یعنی کسی مال دار کی مالدار کی وجہ سے رعایت کی جائے نہ کسی فقیر کے فقر کا اندیشہ تمہیں سچی بات کہنے سے روکے بلکہ اللہ ان دونوں سے تمہارے زیادہ قریب اور مقدم ہے۔

(۳) یعنی خواہش نفس، عصبیت یا بغض تمہیں انصاف کرنے سے نہ روک دے۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا﴾ (المائدہ - ۸) ”تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔“

(۴) نَلُوْنَا، لیبی سے ہے جو تحریف اور جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کو کہا جاتا ہے۔ مطلب شہادت میں تحریف و تغیر ہے اور اعراض سے مراد شہادت کا کتمان (چھپانا) اور اس کا ترک کرنا ہے۔ ان دونوں باتوں سے بھی روکا گیا ہے۔ اس آیت میں عدل و انصاف کی تاکید اور اس کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے، ان کا اہتمام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً:

☆ ہر حال میں عدل کرو اس سے سرمو انحراف نہ کرو، کسی ملامت گر کی ملامت اور کوئی اور محرک اس میں رکاوٹ نہ بنے۔ بلکہ اس کے قیام میں تم ایک دوسرے کے معاون اور دست و بازو بنو

☆ صرف اللہ کی رضا تمہارے پیش نظر ہو، کیونکہ اس صورت میں تم تحریف، تبدیل اور کتمان سے گریز کرو گے اور تمہارا فیصلہ عدل کی میزان میں پورا ہوتے گا۔

☆ عدل و انصاف کی زد اگر تم پر یا تمہارے والدین پر یا دیگر قریبی رشتہ داروں پر بھی پڑے، تب بھی تم پروا مت کرو اور اپنی اور ان کی رعایت کے مقابلے میں عدل کے تقاضوں کو اہمیت دو۔

☆ کسی مال دار کی اس کی تو گمری کی وجہ سے رعایت نہ کرو اور کسی تنگ دست کے فقر سے خوف مت کھاؤ کیونکہ وہی

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اسکی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (۱۳۶)

جن لوگوں نے ایمان قبول کر کے پھر کفر کیا، پھر ایمان لا کر پھر کفر کیا، پھر اپنے کفر میں بڑھ گئے، اللہ تعالیٰ یقیناً انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں راہ ہدایت سچھائے گا۔ (۱۳۷)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿۱۳۷﴾

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ أزدَادُوا كُفْرًا أَهُمْ يَكْفُرُونَ إِنَّهُ يُلْغِيهِمْ لَهُمْ وَلِيْلَهُمْ يَسْبِيلًا ﴿۱۳۷﴾

جانتا ہے کہ ان دونوں کی بہتری کس میں ہے؟

☆ فیصلے میں خواہش نفس، عصبیت اور دشمنی آڑے نہیں آنی چاہئے۔ بلکہ ان سب کو نظر انداز کر کے بے لاگ عدل کرو۔ عدل کا یہ اہتمام جس معاشرے میں ہو گا، وہاں امن و سکون اور اللہ کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اس نکتے کو بھی خوب سمجھ لیا تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی بابت آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خیبر کے یہودیوں کے پاس بھیجا کہ وہ وہاں کے پھلوں اور فصلوں کا تخمینہ لگا کر آئیں۔ یہودیوں نے انہیں رشوت کی پیشکش کی تاکہ وہ کچھ نرمی سے کام لیں۔ انہوں نے فرمایا ”اللہ کی قسم، میں اس کی طرف سے نمائندہ بن کر آیا ہوں جو دنیا میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہو۔ لیکن اپنے محبوب کی محبت اور تمہاری دشمنی مجھے اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتی کہ میں تمہارے معاملے میں انصاف نہ کروں۔“ یہ سن کر انہوں نے کہا ”اسی عدل کی وجہ سے آسمان و زمین کا یہ نظام قائم ہے“ (تفسیر ابن کثیر)

(۱) ایمان والوں کو ایمان لانے کی تاکید، تحصیل حاصل والی بات نہیں، بلکہ کمال ایمان اور اس پر استقرار و اثبات کا حکم ہے۔ ﴿هُدًى وَبَرَكَاتٍ لِلْمُتَّقِينَ﴾ کا مفہوم ہے۔

(۲) بعض مفسرین نے اس سے مراد یہود لئے ہیں۔ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے، لیکن حضرت عزیر علیہ السلام کا انکار کیا، پھر حضرت عزیر علیہ السلام پر ایمان لائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا۔ پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا بھی انکار کیا اور بعض نے اس سے مراد منافقین لئے ہیں، چونکہ مقصد ان کا مسلمانوں کو نقصان پہنچانا تھا، اس لئے وہ بار بار اپنی مسلمانی کا ڈھونگ رچاتے تھے بالآخر کفر و ضلالت میں اتنے بڑھ گئے کہ ان کی ہدایت کی امید منقطع ہو گئی۔